زمینوں اور باغوں اور پھلوں میں تم کو اپنا شریک بنایا اور باوجود فقر و فاقہ کے تم کو اپنے نفسوں پر ترجیح دی۔ (کما قال تعالیٰ وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ)

اور فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ میں تم سے پہلے جارہا ہوں اور تم بھی مجھ سے آ کر ملو گے حوضِ کوثر پر ملنے کا وعدہ ہے۔

اس کے بعد منبر سے اتر آئے اور حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نمازِ جماعت اور صدیق اکبر کو نماز پڑھانے کا حکم

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جب تک طاقت رہی اُس وقت تک آپ برابر مسجد میں تشریف لاتے رہے اور نماز پڑھاتے رہے، سب سے آخری نماز جو آپ نے پڑھائی وہ پنجشنبہ کی مغرب کی نماز تھی جس کے چار روز بعد، بروز دوشنبہ آپ کا وصال ہو گیا صحیح بخاری میں ام فضلؓ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو مغرب کی نماز پڑھائی جس میں والمرسلات پڑھی اس کے بعد آپ نے ہم کو کوئی نماز نہیں پڑھائی۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی، جب عشاء کا وقت آیا تو دریافت فرمایا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ لوگ آپ کے منتظر ہیں، آپ نے کئی بار اُٹھنے کا قصد فرمایا مگر شدّت مرض کی وجہ سے بے ہوش ہو ہو جاتے تھے اخیر میں فرمایا کہ ابو بکر کو میری طرف سے حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ عائشہ صدیقہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ابو بکر بہت رفیق القلب ہیں یعنی نرم دل ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو (اُن پر ایسی رقت طاری ہو گی کہ) لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے اور گریہ وزاری کی وجہ سے لوگوں کو اپنی قراءت نہیں سُنا سکیں گے لہٰذا آپ عمر کو نماز پڑھانے کے لئے کہہ دیں۔ حضرت عائشہ نے ظاہر تو یہ کیا مگر دل میں یہ تھا کہ جو شخص آپ کی جگہ کھڑا ہو گا لوگ اس کو منحوس سمجھیں گے، اس لئے آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ تم یوسف کے ساتھ والیاں ہو (کہ زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے) ابو بکر کو حکم دو کہ وہی

[1] البدایۃ والنہایۃ۔ ج:۵، ص:۲۲۹

نماز پڑھائیں، صحیح بخاری میں ہے کہ آں حضرت ﷺ کے حکم دینے کے بعد عائشہ صدیقہ نے تین بار انکار کیا مگر آپ نے ہر بار تاکید اور اصرار کے ساتھ یہی فرمایا کہ ابو بکر کو حکم دو کہ وہی نماز پڑھائیں، چنانچہ ابوبکر نماز پڑھانے لگے۔

امام غزالی قدس اللہ سرہ نے احیاء العلوم میں عائشہ صدیقہ کا کلام معرفت التیام نقل کیا ہے جس میں عائشہ صدیقہ نے اپنی دلی منشاء کو ظاہر فرمایا ہے کہ وہ اپنے جلیل القدر باپ کی امامت کو کیوں ناپسند کرتی تھیں۔

قالت عائشة رضی اللّٰہ عنها مَا قلت ذَالكَ وَلا صرفته عن ابی بکر الا رَغبة عن المخاطرة وَالهلكة الا ما سلم اللّٰه و خشيت ايضا ان لَايكون من الناس رجلا صَلّى فى مقام النّبى صَلى اللّٰه عَليه وَسلم وهو حى الا ان يشاء اللّٰه يحسدونه و يبغون عليه و يتشاء مون به فاذا الامر امر اللّٰه وَالقضآء قضاء ه و عصمه اللّٰه مِن كل ماتخوفت عليه من امر الدنيا والدين۔

عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ میں اپنے باپ کی امامت سے اس لئے انکار کرتی تھی کہ میرا باپ دنیا سے بالکل علیحدہ رہے اس لئے کہ عزت و وجاحت خطرہ سے خالی نہیں ہوتی، اس میں ہلاکت کا اندیشہ ہے مگر جس کو اللہ صحیح وسالم رکھے وہی دنیا کے فتنہ سے بچ سکتا ہے اور نیز یہ بھی اندیشہ تھا کہ جو شخص آں حضرت ﷺ کی حیات میں آپ کی جگہ پر کھڑا ہوگا۔ تو لوگ اس پر حسد کریں گے اور عجب نہیں کہ حسد میں اس پر کوئی زیادتی بھی کریں اور ان کو منحوس بھی سمجھیں پس جب اللہ کا حکم اور اس کی قضاء و قدر یہی ہے کہ میرا باپ رسول اللہ ﷺ کا قائم مقام بنے اور اُن کی جگہ پر امامت کرے تو پھر دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے باپ کو دنیا اور دین کے ہر خوفناک امر سے محفوظ اور مامون رکھے۔

سبحان اللہ یہ ہے صدیقہ بنت صدیق کی فہم وفراست کہ وہ اس امامت و نیابت کو آئندہ خلافت اور امارت کا پیش خیمہ سمجھے ہوئے ہیں اور دل و جان سے اس کوشش میں ہیں کہ

میرے باپ نہ امام بنے اور نہ امیر یہ امامت صغریٰ اور امامتِ کبریٰ میرے باپ سے ہٹ کر کسی اور کے پاس چلی جائے تا کہ میرا باپ دین و دنیا کے فتنہ سے بالکلیہ محفوظ ہو جائے۔ یہ تو بیٹی کا حال تھا اور باپ یعنی ابوبکر صدیق کا حال بیعت کے وقت کے خطبہ سے معلوم کرو۔

فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے اس امارت و خلافت کی نہ کبھی دل سے تمنا کی اور نہ کبھی زبان سے دعاء مانگی مسلمانوں پر فتنہ کے خوف سے اسے قبول کرلیا۔

صدیق اور صدیقہ کی یہی شان ہوتی ہے کہ ان کا دل مال و جاہ کی طمع سے بالکل پاک اور منزّہ ہوتا ہے۔ مگر سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ کا نبی اور اس کا رسول جس کے امام بنانے پر مصر ہو وہ بالیقین امام المتقین ہوگا اور اس کا ظاہر و باطن امارت اور خلافت کی طمع سے بالکل منزّہ ہوگا اور کسی فتنہ کی مجال نہ ہوگی کہ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔

اللہ کے رسول نے جس شخص کو اپنی جگہ پر کھڑا کر دیا سمجھ لو کہ جو عنایات ربانی اور تائید آسمانی نبی کے ساتھ تھیں وہ اس کے قائم مقام کی بھی ضرور معین اور دستگیر ہوں گی، اس لئے کہ اللہ کا رسول بدون حکم خداوندی اپنا نائب اور قائم مقام نہیں مقرر کر سکتا۔

جس طرح کسی بادشاہ کا اپنی زندگی میں کسی کو اپنا تخت اور چتر سپرد کر دینا اس کو ولی عہد بنانے کے مرادف ہے۔

اسی طرح امام المتقین کا کسی کو اپنے مصلّے پر امامت کے لئے کھڑا کر دینا یہ اس کے مرادف ہے کہ یہ شخص اللہ کے رسول کا ولی عہد اور اس کا جانشین ہے۔

شنبہ یا یکشنبہ کو مزاج مبارک کچھ ہلکا ہوا تو حضرت عباس اور حضرت علی کے سہارے آپ مسجد میں تشریف لائے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے، آپ ابوبکر کی بائیں جانب جا کر بیٹھ گئے اور باقی نماز لوگوں کو آپ نے پڑھائی اب آپ امام تھے اور ابوبکر آپ کی اقتدا کرنے لگے اور باقی نمازی ابوبکر کی تکبیروں پر نماز ادا کرنے لگے۔

(بخاری شریف)

یہ ظہر کی نماز تھی اور حضور پُر نور کی یہ امامت آخری امامت تھی س کے بعد مسجد کی حاضری سے بالکلیہ انقطاع ہوگیا اور ام فضل کی روایت میں جو یہ گزرا ہے کہ حضور کی آخری نماز مغرب کی نماز تھی، اس سے مستقل امامت کی نفی مراد ہے کہ از اوّل تا آخر جس نماز میں

امامت اور قراءت فرمائی ہو وہ مغرب کی نماز ہے۔ ہفتہ کے روز حضرت اسامہ اور دیگر صحابہ جن کو جہاد پر مامور فرمایا تھا آپ سے ملنے کے لئے آئے اور آپ سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے مدینہ سے ایک کوس چل کر مقام جُرف میں پڑاؤ ڈالا، تعمیل ارشاد کے لئے روانہ ہو گئے مگر آپ کی علالت کی وجہ سے کسی کا قدم نہیں اٹھتا تھا۔ یکشنبہ کو پھر مرض میں شدّت ہوگئی حضرت اسامہ یہ خبر سنتے ہی پھر افتاں وخیزاں آپ کو دیکھنے کے لئے مدینہ واپس آئے دیکھا تو مرض کی شدت ہے آپ بات نہیں کر سکتے حضرت اسامہ نے جھک کر پیشانی مبارک پر بوسہ دیا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے پھر اسامہ پر رکھ دیئے، اسامہ کہتے ہیں میں سمجھا کہ آپ میرے لئے دعاء فرما رہے ہیں بعد ازاں اسامہ جُرف میں واپس آگئے جہاں پڑاؤ تھا۔[۱]

ابنِ سعد طبقات میں اور زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ اسی روز یعنی یکشنبہ کے دن لدود کا واقعہ پیش آیا۔

صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ مرض کی شدّت میں ذات الجنب سمجھ کر آپ کے منہ میں دوا ڈالی، آپ اشارہ سے منع بھی فرماتے رہے، مگر ہم یہ سمجھے کہ غالباً یہ طبعی ناگواری ہے جیسا کہ مریض عموماً دوا کو ناپسند کرتا ہے، بعد میں جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا، تمہاری سزا یہ ہے کہ سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے سوائے عباس کے کہ وہ اس میں شریک نہ تھے۔[۲]

یوم الوصال

یہ دوشنبہ کا روز ہے جس میں آپ نے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اسی دوشنبہ کی صبح کو آپ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا دیکھا کہ لوگ صف باندھے ہوئے صبح کی نماز میں مشغول ہیں صحابہ کو دیکھ کر آپ مسکرائے چہرۂ انور کا یہ حال کہ گویا مصحف شریف کا ایک ورق ہے یعنی سپید ہو گیا ہے ادھر صحابہ کی فرط مسرت سے یہ حالت کہ کہیں نماز نہ توڑ ڈالیں۔

[۱] طبقات ابنِ سعد، ج:۲، ص:۱۳۶ [۲] فتح الباری، ج:۸، ص:۱۱۲

صدیق اکبر نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹیں آپ نے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پوری کرو ضعف اور ناتوانی کی وجہ سے آپ زیادہ کھڑے نہ ہو سکے حجرہ کا پردہ ڈال دیا اور اندر واپس تشریف لے گئے (رواہ البخاری)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پردہ اٹھا کر نمازیوں کی طرف دیکھنا یہ چہرۂ انور کی آخری جلوہ افروزی تھی اور صحابۂ کرام کے لئے جمالِ نبوّت کی آخری زیارت کا آخری موقع تھا۔ عشاق کی زبان حال سے وقت یہ شعر پڑھ رہی تھی۔

وکنت اریٰ کالموت من بَیْنِ سَاعةٍ
فَکَیْفَ ببَیْنٍ کان مَوْعِدُہٗ الْحَشْرُ

میں تو ایک گھڑی ہی کی جدائی کو موت سمجھتا تھا پس اس جدائی کا کیا پوچھنا کہ جہاں لقاء کا وعدہ حشر کے بعد ہو۔

صدیق اکبر جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو سیدھے حجرۂ مبارکہ میں گئے اور آپ کو دیکھ کر عائشہ صدیقہ سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اب سکون ہے جو کرب اور بے چینی پہلے تھی وہ اب جاتی رہی اور چونکہ یہ دن صدیق اکبر کی دو بیبیوں میں اس بیوی کی نوبت کا دن تھا جو مدینہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر رہتی تھیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر وہاں چلے گئے۔[۱]

اور ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ صدیق اکبر نے عرض کیا۔

یَا نبی اللّٰہ اِنی اراکَ قد اصبحت بنعمة مِن اللّٰہ و فضل کما نحب والیوم یوم بنت خارجة افآتیھا قال نعم	یا نبی اللہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے اللہ کی نعمت اور فضل سے اچھی حالت میں صبح کی ہے اور آج میری ایک بیوی حبیبہ بنت خارجہ کی نوبت کا دن ہے اگر اجازت ہو تو وہاں ہو آؤں آپ نے فرمایا ہاں چلے جاؤ۔

اور دوسرے لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون ہے تو وہ بھی اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔[۲]

---

[۱] البدایة والنہایة۔ ج:۵، ص:۲۳۴ [۲] ابن ہشام۔ ج:۴، ص:۳۰۲

حضرت علی حجرۂ مبارکہ سے باہر آئے لوگوں نے آپ کا مزاج دریافت کیا حضرت علی نے کہا بحمد اللہ اب اچھے ہیں لوگ مطمئن ہو کر منتشر ہو گئے، حضرت عباس نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کے کہا۔ اے علی خدا کی قسم تین دن کے بعد تو عبد العصا (لاٹھی کا غلام) ہو گا یعنی اور کوئی حاکم ہو گا۔ اور تم اس کے محکوم ہو گے، خدا کی قسم میں یہ سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اس بیماری میں وفات پائیں گے بہتر ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے اس بارہ میں دریافت کر لیں کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہو گا۔ اگر ہم میں سے ہو گا تو معلوم ہو جائے گا۔ ورنہ آپ اس کو ہمارے بارے میں وصیّت فرما دیں گے۔ حضرت علی نے کہا ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے متعلق انکار فرما دیں تو پھر ہم ہمیشہ کے لئے اس سے محروم ہو جائیں گے، خدا کی قسم میں آپ سے اس بارہ میں ایک حرف بھی نہ کہوں گا۔[1]

عالمِ نزع

لوگ تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو افاقہ اور سکون ہے منتشر ہو گئے کچھ دیر نہ گزری تھی کہ عالم نزع شروع ہو گیا۔ عائشہ صدیقہ کے آغوش میں سر رکھ کر لیٹ گئے، اتنے میں حضرت عائشہ کے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکر ہاتھ میں مسواک لیے آ گئے۔ آپ اُن کی طرف دیکھنے لگے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کے لئے مسواک لے لوں، آپ نے اشارہ فرمایا ہاں، میں نے کہا اس کو نرم کر دوں آپ نے اشارہ سے فرمایا ہاں میں نے چبا کر وہ مسواک آپ کو دی۔ اسی وجہ سے عائشہ صدیقہ بطور فخر اور بطور تحدیث بالنعمۃ یہ کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اخیر وقت میں میرا آبِ دہن آپ کے آبِ دہن کے ساتھ ملا دیا اور آپ کی وفات میرے حجرہ میں اور میری نوبت کے دن میں اور میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان ہوئی۔

فائدہ: ملا علی قاری نے مشائخ طریقت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص مسواک پر مواظبت کرے تو مرتے وقت اس کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہو جاتا ہے اور افیون کھانے والے کی زبان پر جاری نہ ہو گا۔

آپ کے پاس پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا درد سے بیتاب ہو کر بار بار ہاتھ اُس پیالہ

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج:۵، ص:۲۲۷

میں ڈالتے اور مُنہ پر پھیر لیتے اور یہ کہتے جاتے تھے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ ان للموت سکرات اللہ سوا کوئی معبود نہیں، بے شک موت کی بڑی سختیاں ہیں، پھر چھت کی طرف دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر یہ فرمایا اللّٰھم فی الرفیق الاعلیٰ. اے اللہ میں رفیق اعلیٰ میں جانا چاہتا ہوں (یعنی حظیرۃ القدس) جو انبیاء و مرسلین کا مسکن ہے وہاں جانا چاہتا ہوں۔

عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں بار بار آپ سے سُن چکی تھی کہ کسی پیغمبر کی رُوح اُس وقت تک قبض نہیں کی جاتی کہ جب تک اس کا مقام جنت میں اس کو دکھلا نہ دیا جائے اور اس کو اختیار نہ دیا جائے کہ دنیا و آخرت میں سے جس کو چاہے اختیار کرے۔

جس وقت آپ کی زبان سے یہ کلمات نکلے میں اسی وقت سمجھ گئی کہ اب آپ ہم میں نہ رہیں گے آپ نے ملاء اعلیٰ اور قرب خداوندی کو اختیار کر لیا ہے، الغرض آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے (اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی) اور رُوح مبارک عالم بالا کو پرواز کر گئی اور دستِ مبارک نیچے گر گیا۔

تاریخ وفات

یہ جان گداز اور رُوح فرسا واقعہ جس نے دنیا کو نبوت و رسالت کے فیوض و برکات اور وحی ربانی کے انوار و تجلیات سے محروم کر دیا بروز دوشنبہ دوپہر کے وقت ۱۲؍ ربیع الاوّل کو پیش آیا۔

اس میں تو کسی کو اختلاف نہیں کہ آپ کی وفات ماہ ربیع الاوّل میں بروز دوشنبہ کو ہوئی اختلاف دو امر میں ہے ایک یہ کہ کس وقت وفات ہوئی دوسرے اس امر میں کہ ربیع الاوّل کی کونسی تاریخ تھی۔

مغازی ابن اسحٰق میں ہے کہ چاشت کے وقت آپ کا وصال ہوا اور مغازی موسیٰ بن عقبہ میں زہری اور عروۃ بن زبیر سے مروی ہے کہ زوال کے وقت وصال ہوا یہی روایت زیادہ صحیح اور یہ اختلاف معمولی اختلاف ہے چاشت اور زوال میں کچھ زیادہ فصل نہیں، البتہ تاریخ وفات میں اختلاف شدید ہے، مشہور قول کی بنا پر ۱۲؍ ربیع الاوّل کو وفات ہوئی۔ موسیٰ بن عقبہ اور لیث بن سعد اور خوارزمی نے یکم ربیع الاول کو تاریخ وفات بتلایا ہے اور کلبی اور ابو

مخنف نے دوم ربیع الاوّل تاریخ وصال قرار دیا ہے۔ علامہ سہیلی نے روض الانف میں اور حافظ عسقلانی نے شرح بخاری میں اسی قول کو مرجح قرار دیا ہے۔[۱]

عمر شریف

انتقال کے وقت آپ کی عمر شریف تریسٹھ سال کی تھی۔ یہی جمہور کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اور بعض پینسٹھ اور بعض ساٹھ بتلاتے ہیں۔[۲]

صحابہ کا اضطراب[۳]

اس خبر قیامت اثر کا کانوں میں پہنچنا تھا کہ قیامت آ گئی سنتے ہی صحابہ کے ہوش اُڑ گئے تمام مدینہ میں تہلکہ پڑ گیا جو اس جاں گداز واقعہ کو سنتا تھا ششدر و حیران رہ جاتا تھا۔ ذی النورین عثمان غنی ایک سکتہ کے عالم میں تھے، دیوار سے پُشت لگائے بیٹھے تھے، شدت غم کی وجہ سے بات تک نہیں کر سکتے تھے، حضرت علی کا یہ حال تھا کہ زار و قطار روتے تھے، روتے روتے بے ہوش ہو گئے عائشہ صدیقہ اور ازواجِ مطہرات پر جو صدمہ اور الم کا پہاڑ گرا اس کا پوچھنا ہی کیا۔ حضرت عباس بھی پریشانی میں سخت بے حواس تھے، حضرت عمر کی پریشانی اور حیرانی سب ہی سے بڑھی ہوئی تھی۔ وہ تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور باآواز بلند یہ کہنے لگے کہ منافقین کا گمان ہے کہ حضور پُر نور انتقال کر گئے، آپ ہرگز نہیں مرے بلکہ آپ تو اپنے پرودگار کے پاس گئے ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر خدا تعالیٰ کے پاس گئے اور پھر واپس آ گئے، خدا کی قسم آپ بھی اسی طرح ضرور واپس آئیں گے اور منافقوں کا قلع قمع کریں گے، حضرت عمر جوش میں تھے تلوار نیام سے نکالے ہوئے تھے کسی کی مجال نہ تھی کہ یہ کہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ابو بکر صدیق وصال کے وقت موجود نہ تھے، دو شنبہ کی صبح کو جب دیکھا کہ آپ کو سکون ہے تو عرض کیا یا رسول اللہ بحمد اللہ اب آپ کو سکون ہے اگر اجازت ہو تو گھر ہو آؤں، آپ نے فرمایا اجازت ہے، صدیق اکبر آپ سے اجازت لے کر گھر چلے گئے جو مدینہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر تھا، صدیق اکبر تو گھر چلے گئے اور

---

[۱] فتح الباری۔ ج:۸، ص:۹۸، زرقانی۔ ج:۳، ص:۱۱۰ [۲] فتح الباری۔ ج:۸، ص:۱۱۴
[۳] اتحاف شرح احیاء العلوم ج:۱۰، ص:۲۹۷

زوال کے وقت حضور پُرنور کا وصال ہو گیا۔ حضرت ابوبکر کو جب اس جان گداز حادثہ کی خبر پہنچی تو فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ پہنچے۔ مسجد نبوی کے دروازہ پر گھوڑے سے اُترے اور حزین و غمگین حجرۂ مبارکہ کی طرف بڑھے اور عائشہ صدیقہ سے اجازت لے کر اندر داخل ہوئے آں حضرت ﷺ بستر مبارک پر تھے اور تمام ازواجِ مطہرات آپ کے گرد بیٹھی ہوئی تھیں۔ ابوبکر صدیق کی آمد کی وجہ سے سوائے عائشہ صدیقہ کے سب نے منہ ڈھک لیا اور پردہ کر لیا۔ صدیق اکبر نے چہرۂ انور سے چادر کو ہٹایا اور پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور روئے اور یہ کہا وانبیاہ۔ واخلیلاہ۔ واصفیاہ تین مرتبہ ایسا کیا کما رواہ احمد وغیرہ

(کمافی الاتحاف شرح الاحیاء ص ۳۰۰ ج ۱۰)

اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو دو مرتبہ[1] موت کا مزہ نہیں چکھائے گا جو موت آپ کے لئے لکھی گئی تھی وہ آ چکی یہ کہہ کر حجرۂ شریفہ سے باہر آئے دیکھا کہ عمر جوش میں بھرے ہوئے ہیں، صدیق اکبر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ انتقال کر گئے ہیں۔ اے عمر کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ۔

اب تمام لوگ حضرت عمر کو چھوڑ کر صدیق اکبر کے پاس جمع ہو گئے۔

---

[1] صدیق اکبر کا مقصود ان لوگوں کا رد کرنا تھا جو یہ کہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ دوبارہ پھر زندہ ہوں گے۔ اور منافقین کے ہاتھ پیر کاٹیں گے کیونکہ اگر ایسا ہو تو آپ کی وفات اور موت دو بار ہو جائے گی، اس لئے ابوبکر صدیق نے کہا کہ جو موت آپ کے لئے لکھی ہوئی تھی وہ آ چکی اب دنیا میں دوبارہ موت نہیں آئے گی اور اللہ تعالیٰ آپ پر دو موت جمع نہ کرے گا جیسا کہ پہلی امت میں بنی اسرائیل کے لوگ موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے اور ایک منزل میں پہنچ کر غضب الٰہی سے مر گئے پھر اپنے نبی کی دعاء سے زندہ ہوئے اور پھر اپنے وقت پر مرے تو ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں موت کا دو مرتبہ مزہ چکھایا جن کا قصہ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ میں مذکور ہے اور جیسا کہ اس شخص نے موت کا دو مرتبہ مزہ چکھا کہ جس کا ایک قریہ پر گزر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال کے لئے مردہ بنا دیا اور پھر اس کو زندہ کیا جس کا قصہ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ…… فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ میں مذکور ہے خلاصہ کلام یہ کہ جس طرح ان لوگوں نے دنیا میں دو مرتبہ موت کا مزہ چکھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر دو موتوں کو جمع نہ کرے گا۔ اس حدیث کی شرح میں اور بھی قول ہیں تفصیل کیلئے فتح الباری ص ۹۱ ج ۲ کتاب الجنائز و زرقانی شرح مواہب ص ۲۷۸ ج ۸ اور مدارج النبوۃ ص ۵۵۸ ج ۲ تقطیع خرد دیکھیں و شرح قسطلانی ص ۳۶۱ ج ۲ دیکھیں

صدّیق اکبر کا خطبہ

صدیق اکبر منبر نبوی کی جانب بڑھے اور باآواز بلند لوگوں سے کہا کہ خاموش ہو کر بیٹھ جائیں سب لوگ بیٹھ گئے صدیق اکبر نے حمد وثناء کے بعد یہ خطبہ پڑھا۔

اَمَّا بعد من کان منکم یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ حی لایموت ومن کان منکم یعبد محمّدا ﷺ فان محمدا قدمات قال اللّٰہ تعالیٰ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبلِهِ الرَّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰے اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○ وقد قال اللّٰہ تعالیٰ لمحمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ وقال اللّٰہ تعالیٰ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ وقال اللّٰهُ تعالیٰ۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وقال تعالیٰ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وقال انّ اللّٰہ عَمَّر

امابعد جو شخص تم میں سے اللہ کی عبادت کرتا تھا سو جان لے کہ تحقیق اللہ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آسکتی اور اگر بالفرض کوئی شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو جان لے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے اور نہیں ہیں محمد مگر اللہ کے ایک رسول جن سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہو جائیں تو کیا تم دین اسلام سے واپس ہو جاؤ گے اور جو شخص دین اسلام سے واپس ہوگا تو وہ اللہ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو انعام دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب بنا کر یہ کہا ہے کہ بے شک آپ مرنے والے ہیں اور یہ سب لوگ بھی مرنے والے ہیں، سب چیز فنا ہونے والی ہے، صرف خداوند ذوالجلال والاکرام کی ذات بابرکات باقی رہے گی، ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ قیامت کے دن سب کو اعمال کا پورا پورا اجر ملے گا۔ اور

محمدا ﷺ وَابقاه حَتّٰى اقام
دين اللّٰه و اظهر امر اللّٰه وَ بلغ
رسالة اللّٰه وجاهد فى سبيل
اللّٰهِ ثمّ توفاه اللّٰه علىٰ ذَالِكَ
وقد تَرَكَكُمْ على الطريقة فلن
يَهْلكَ هالك الا مِن بعد
البينة والشفاء فمن كان اللّٰه
ربه فانّ اللّٰه حى لَايموت و من
كان يعبد محمّدًا و ينزله الها
فقد هلك الٰهه فاتقوا اللّٰه ايها
النّاس واعتصموا بدينكم و
توكلوا علىٰ ربكم فان دين
اللّٰه قائم وان كلمة اللّٰه تامة
وان اللّٰه ناصر من نصره و معزّ
دينه وان كتاب اللّٰه بَيْن
اظهرنا وهو النور والشفاء وبه
هدى اللّٰه محمّدا ﷺ و فيه
حلال اللّٰه و حَرامه وَ اللّٰه
لانبالى من اجلب علينا من
خلق اللّٰه ان سيوف اللّٰهِ
لمسلولة ما وضعنا ها بعد
ولنجا هدن من خالفنا كما
جاهدنا مَع رَسُول اللّٰه ﷺ فلا
يَبْغين احد الا على نفسه [1]

ابوبکر صدیق نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے
نبی کی عمر دراز کی اور ان کو باقی رکھا، یہاں تک
کہ اللہ کے دین کو قائم کر دیا اور اللہ کے حکم کو
ظاہر کر دیا اور اللہ کے پیغام کو پہنچا دیا اور اللہ
کی راہ میں جہاد کیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو
اپنے پاس بلا لیا، اور رسول اللہ ﷺ تم کو
سیدھے اور صاف راستہ پر چھوڑ کر دنیا سے
گئے ہیں۔ اب جو ہلاک اور گمراہ ہوگا وہ حق
واضح ہونے کے بعد گمراہ ہوگا، پس اللہ تعالیٰ
جس کا رب ہو تو سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ تو زندہ
ہے اس کو کبھی موت نہیں آسکتی اور جو شخص
محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا اور اُن کو خدا
جانتا تھا تو جان لے کہ اُس کا معبود تو ہلاک
ہوگیا۔ اے لوگو اللہ سے ڈرو اور اللہ کے دین
کو مضبوط پکڑو اور اپنے پروردگار پر بھروسہ
رکھو تحقیق اللہ کا دین قائم اور دائم رہے گا اور
اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور اللہ اس شخص کا
مددگار ہے جو اس کے دین کی مدد کرے اور
اللہ اپنے دین کو عزت اور غلبہ دینے والا ہے
اور اللہ کی کتاب ہمارے درمیان موجود ہے
اور وہی نور ہدایت اور شفاء دل ہے اسی کے
ذریعہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو راستہ بتلایا
اور اس میں اللہ کے حلال وحرام کردہ چیزوں

[1] البدایۃ والنہایۃ۔ ج:۵ ص:۲۴۳۔ زرقانی۔ ج:۸ ص:۲۸۰

کا ذکر ہے خدا کی قسم ہمیں اس شخص کی ذرہ
برابر پروانہیں جو ہم پر فوج کشی کرے (یہ
باغیوں اور مرتدین کی طرف اشارہ تھا)
تحقیق اللہ کی تلواریں جو ہمارے ہاتھوں
میں ہیں وہ اس کے دشمنوں پر ستی ہوئی
ہیں۔ وہ تلواریں ہم نے ابھی تک ہاتھ
سے رکھی نہیں اور خدا کی قسم ہم اپنے مخالف
سے اب بھی اسی طرح جہاد کریں گے جیسا
کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی معیت
میں کیا کرتے تھے پس مخالف خوب سمجھ
لے اور اپنی جان پر ظلم نہ کرے۔

صدیق اکبر کا ان آیات کی تلاوت کرنا تھا کہ یکلخت حیرت کا عالم دور ہو گیا اور غفلت کا پردہ آنکھوں سے اٹھ گیا اور سب کو یقین ہو گیا کہ آں حضرت ﷺ کا وصال ہو گیا اس وقت حالت یہ تھی کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں نے اس سے پہلے یہ آیت سنی ہی نہ تھی جسے دیکھو وہ انہی آیتوں کی تلاوت کر رہا تھا۔ (زرقانی وطبقات ابن سعد)

حضرت عمر فرماتے ہیں میری حالت بھی یہی ہوئی کہ گویا میں نے آج ان آیتوں کو پڑھا ہے اور اپنے خیال سے رجوع کیا۔[1]

شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ فاروق اعظم خوب جانتے تھے کہ آپ پر ایک دن ضرور موت آنے والی ہے لیکن ان کا گمان یہ تھا کہ جو صورت حال پیش آئی ہے وہ موت نہیں بلکہ کسی باطنی مشغولی کی بناء پر فقط حواس ظاہری کا تعطل ہے جیسا کہ حضور پُر نور کو اثناء وحی میں واقع ہوتا تھا، صدیق اکبر کے خطبہ سے فاروق اعظم کا یہ خیال جاتا رہا اور حقیقت حال ان پر منکشف ہوگئی اور اپنے خیال سے رجوع فرمالیا، دیکھو قرۃ العینین ص ۲۷۰ ج ۱ ایسے نازک وقت اور جانکاہ حادثہ میں ایسی ثابت قدمی اور ایسا استقلال صدیق اکبر ہی کا کمال تھا۔

[1] تفسیر قرطبی۔ ج:۴، ص:۲۲۳

ہم ان کے زور کے قائل ہیں، ہیں وہی شہ زور جو عشق میں دل مضطر کو تھام لیتے ہیں

اور ایک روایت میں ہے کہ صدیق اکبر کو جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو فوراً اپنے مسکن سے جو سنخ میں تھا روانہ ہو گئے اور کیفیت یہ تھی کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں اور سینہ سانس سے پانی کے گھڑے کی طرح ہل رہا تھا اسی حالت میں صلاۃ وسلام پڑھتے ہوئے حجرۂ مبارکہ میں داخل ہوئے مگر باوجود اس بے مثال حزن وملال کے عقل اور گویائی میں ذرہ برابر اختلال نہ تھا۔

آپ کے چہرۂ انور کو کھولا پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور زار وقطار روتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ حیات اور موت دونوں حالتوں میں پاکیزہ رہے آپ کی وفات سے نبوت اور وحی منقطع ہوگئی جو کسی اور نبی کی وفات سے منقطع نہیں ہوئی تھی آپ توصیف سے بالا اور برتر ہیں اور گریہ وزاری سے مستغنی ہیں آپ کی ذات بابرکات اس اعتبار سے خاص اور مخصوص ہے کہ آپ کی وفات سے لوگ تسلی حاصل کریں گے اور آپ عام بھی ہیں کہ ہم سب آپ کے رنج والم میں برابر ہیں اگر آپ کی موت آپ کی خود اختیار کردہ نہ ہوتی (اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو اختیار دیا تھا مگر آپ نے خود آخرت کو اختیار کیا) تو ہم آپ کی موت کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیتے اور اگر آپ ہم کو زیادہ رونے سے منع نہ فرماتے تو ہم آپ پر اپنی آنکھوں کا پانی ختم کر ڈالتے البتہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا ہٹانا اور مٹانا ہمارے اختیار میں نہیں ایک غم فراق اور دوسرے غم میں

وفی روایة ان ابا بکر رضی الله عنه لما بلغه اخبر وهو بالسنح جاء و عیناه تهملان وزفراته تتردد فی صدره و غصصه ترتفع کقطع الجرة وهو فی ذالك رضوان الله علیه جلد العقل والمقالة (ای ثابت العقل وَ القول) حتی دخل علیٰ رسُول اللّٰہ ﷺ فاکب علیه و کشف وجهه و مسحه و قبّل جبینه وجعل یبکی و یقول بابی انت و امی طبت حیا و میتا وانقطع لموتك مالم یَنْقَطع لموت احد من الانبیاء من النبوة فعظمت عن الصفة وجللت عن البکاء و خصصت حتی صرت مسلاة و عممت حتی صرنا فیك سواء ولولا ان موتك کان اختیارا منك لجدنا لموتك بالنفوس و لولا انك نهیت عن البکاء لانفدن عَلیك ماء الشؤون فاماما لانستطیع نفیه فکمَدوا دناف یتحالفان لایبرحان اللهم ابلغه عنا واذکرنا یا محمد عند ربك ولنکن من بالك کذافی الروض الانف ص۳۷۶ ج۲ و کذا ذکره الغزالی فی الاحیاء وقال الزبیدی قال العراقی رواه ابن ابی الدنیا فی کتاب الضراء من حدیث ابن عمر بسند ضعیف کذافی الاتحاف ص۲۹۹ ج۱۰

جسم کا لاغر و نحیف ہو جانا یہ دونوں چیز باہم ایک دوسرے کی حلیف ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں اے اللہ ہمارا یہ حال ہمارے نبی کو پہنچا دے اور اے محمد ﷺ ہم عاشقوں کو بارگاہ خداوندی میں یاد رکھنا امید ہے کہ ہم ملحوظ خاطر رہیں گے۔

اگر آپ اپنے فیض صحبت سے ہمارے دلوں میں سکینت وطمانیت نہ چھوڑ کر جاتے تو ہم اس وحشتِ فراق کا کہ جو آپ ہم میں چھوڑ کر چلے گئے ہرگز ہرگز تحمل نہ کر سکتے۔

پھر ابوبکر حجرہ سے باہر آئے اور لوگوں کی تسلّی کے لئے کھڑے ہو کر خطبہ دیا جس کا ایک کثیر حصّہ صلاۃ وسلام پر مشتمل تھا اور آپ نے خطبہ میں یہ فرمایا۔

بقیّہ خطبۂ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ[۲]

اَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَ غَلَبَ الْاَحزابَ وَحْدَهٗ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَحْدَهٗ۔	میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ نے اپنے نبی سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچ کر دکھایا اُس نے اپنے برگزیدہ بندہ کی مدد کی اور کافروں کی جماعتوں کو شکست دی پس حمد اور شکر ہے اس وحدہ لاشریک لہٗ کا۔

[۱] یہ اسی گزشتہ روایت کا بقیہ ہے جو صرف روض الانف میں مذکور ہے اور ماقبل کا حصہ روض الانف اور احیاء العلوم دونوں میں مذکور تھا اس لئے اس حصہ کے ختم پر دونوں کتابوں کا حوالہ دیدیا، اب روایت کا وہ بقیہ حصہ ذکر کرتے ہیں کہ جو صرف روض الانف میں مذکور ہے وہی ہذہ فلولا ما خلفت من السکینۃ لَم تقم لما خلفت من الوحشۃ اللھم ابلغ نبیک عنا واحفظہ فینا ثُمَّ خرج لما قضی الناس غمرانھم وقام خطیبا فیھم بخطبۃ جلھا الصلاۃ علی النبی محمد ﷺ وقال فیھا اشھد ان لا الہٰ الاّ اللّٰہُ وحدہ لاَ شریك لہٗ الی اٰخر الخطبۃ۔ الروض الانف ص۳۷۶ ج۲

[۲] یہاں سے آخر تک جو خطبہ ہے وہ اتحاف شرح احیاء العلوم میں مذکور ہے، علاّمہ زبیدی اس خطبہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔ رواہ بطولہ سیف بن عمر التمیمی فی کتاب الفتوح عن عمرو بن تمام عن ابیہ عن القعقاع قال ابن ابی حاتم سیف بن عمرالتمیمی متروك وَ اخرجہ ابن السکن من طریق ابراھیم بن سعد عن سیف بن عمر عن عمرو عن ابیہ وقال سیف بن عمر ضعیف قلت ھو من رجال الترمذی وھو وان کان ضعیفا فی الحدیث فھو عمدۃ فی التاریخ مقبول النقل کذافی الاتحاف ص۳۰۲ ج۱۰

واشهد ان محمد اعبده و رسوله و خاتم انبياء ه واشهد ان الكتاب كما نزل وان الدين كما شرع وان الحديث كما حدث وان القول كما قال وَان الله هو الحق المُبين۔

اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول اور آخری نبی ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کتاب الٰہی یعنی قرآن کریم اسی طرح موجود ہے جس طرح وہ نازل ہوا تھا اور دین اسی طرح ہے جس طرح مشروع ہوا تھا اور حدیث اسی طرح ہے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے حادث اور ظاہر ہوئی تھی اور قول اسی طرح سے ہے جس طرح آپ نے فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ حق ہے اور حق کو واضح کرنے ولا ہے۔

اللهم فصل على محمد عبدك و رسولك و نبيك و حبيبك و امينك و خيرتك وصفوتك فافضل ما صليت به على احد من خلقك اَللّٰهُمَّ وَ اجعل صلواتك و معافاتك وَ رحمتك و بركاتك علےٰ سيد المرسلين و خاتم النّبيين و امام المتقين محمّد قَائد الخيرو امام الخير و رسول الرحمة اللهم قرب زلفة وعظم برهانه و كرم مقامهٗ وابعثه مقاما محمودا يغبطه به

اے اللہ پس تو اپنی خاص رحمتیں اور عنایتیں نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیرے خاص برگزیدہ بندہ اور رسول اور نبی اور حبیب اور امین اور بہترین خلائق اور خلاصۂ عالم ہیں ان پر ایسی بہترین صلاۃ وسلام نازل فرما کہ جوتو نے اپنے کسی خاص بندہ پر نازل فرمائی ہو اور اے اللہ اپنی صلوات اور عافیت اور رحمت اور برکت نازل فرما سید المرسلین اور خاتم النبیین اور امام المتقین اور قائد خیر اور امام خیر اور رسول رحمت پر، اے اللہ ان کے قرب کو اور زیادہ فرما اور ان کی دلیل اور برہان کو عظیم فرما اور ان کے مقام کو مکرم فرما او ران

الاولون والاخرون وَ انفعنا بمقامه المحمود يَوم القيامة وَ اخلفه فينا فى الدّنيا والاخرة و بلغه الدرجة والوسيلة مِنَ الجَنّة اَللّٰهُمَّ صل علىٰ محمد و علىٰ اٰل محمد و بارك علىٰ محمد واٰل محمد كما صليت و باركت علىٰ ابراهيم انّك حميد مجيد[1]

کو مقام محمود (مقام شفاعت) میں کھڑا کر کہ جس پر تمام اوّلین اور آخرین رشک کریں گے اور قیامت کے دن ہم کو ان کے مقام محمود سے نفع دے اور دنیا و آخرت میں ہمارے لئے ان کے عوض اپنی رحمت فرما اور آپ کو جنّت میں درجات عالیہ نصیب فرما اے اللہ محمد اور آل محمد پر اپنی خاص الخاص رحمتیں اور برکتیں نازل فرما جیسے خاص رحمتیں اور برکتیں تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل کیں انک حمید مجید۔

ثم قال ايها الناس من كان يَعبد محمّد افان محمدا قدمات ومن كان يعبد اللّٰه فاِنّ اللّٰه حى لم يمت و ان اللّٰه قد تقدم لكم فى امره فلا تدعوه جزعًا وان اللّٰه تبارك و تعالىٰ قد اختار لنبيه عليه السلام ما عنده على ما عندكم و قبضه الىٰ ثوابه و خلف فيكم كتابه و سنة نبيه فمن اخذ بهما عرف و من فرق بينهما انكر- يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ

پھر ابو بکر صدیق نے یہ کہا کہ اے لوگو! جو تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا سو جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا سو اللہ تعالیٰ حی لا یموت ہے اس پر موت نہیں آسکتی وہ زندہ ہے مرا نہیں اور حق تعالیٰ نے آپ کی وفات کے متعلق پہلے ہی اشارہ کر دیا تھا لہٰذا گھبرانے کی ضرورت نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے بجائے تمہارے اپنے قرب اور جوار کو پسند کیا اور دار کرامت کی طرف ان کو بلا لیا اور اُن کے بعد تمہاری ہدایت کے لئے اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو تم میں باقی

[1] یہاں تک جو خطبہ نقل کیا گیا وہ اتحاف شرح احیاء العلوم ۳۰۲ سے نقل کیا گیا ہے لیکن سوائے درود شریف کے خطبہ کے کچھ جزء الروض الانف ص ۳۷۶ ج ۲ میں بھی مذکور ہیں اس کے بعد یعنی ثم قال ايها الناس من كان يعبد محمدا الخ سے لے کر ولا تستنظروه فيلحق بكم تک خطبہ اتحاف شرح احیاء اور روض الانف دونوں کتابوں میں مذکور ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا یشغلنکم الشیطان بموت نبیکم ولا یلفتنکم عن دینکم وعاجلوا الشیطان بالخزی تعجزوہ ولا تستنظروہ فیلحق بکم و یفتنکم[1]

چھوڑا پس جس نے کتاب اور سنت دونوں کو مضبوط پکڑا اُس نے حق کو پہچانا اور جس نے کتاب و سنت میں تفریق کی (مثلاً قرآن کو تو مانا اور سنت کو نہ مانا) تو اُس نے حق کو نہیں اپنایا اے ایمان والو! حق اور انصاف کے قائم کرنے والے ہو جاؤ اور شیطان لعین تم کو نبی کی موت کی وجہ سے دین سے نہ ہٹا دے شیطان کے فتنہ میں ڈالنے سے پہلے خیر کو جلد لے لو اور خیر میں سبقت کر کے شیطان کو عاجز اور لاچار بنا دو اور شیطان کو اتنی مہلت نہ دو کہ وہ تم سے آ کر ملے اور تم کو کسی فتنہ میں مبتلا کرے۔

فلما فَرغ من خطبتہٖ قال یا عمر أأنت الّذی بلغنی عنک اِنّک تقول علےٰ باب نبی اللہ والّذی نفس عمر بیدہ مامات نبی اللہ اما علمت ان رسول اللہ ﷺ قال یوم کذا کذا و کذا وقالَ اللّٰہُ عزوجل فی کتاب انک میت و انھم میتون فقال عمرو اللہ لکانی لم اسمع بھا فی کتاب اللہ

صدیق اکبر جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو عمر کو مخاطب بنا کر کہا اے عمر تو ہی وہ شخص ہے کہ جس کے متعلق مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تو پیغمبر کے دروازہ پر یہ کہتا ہے کہ پیغمبر خدا نہیں مرے کیا تجھے معلوم نہیں کہ پیغمبر خدا نے اپنی وفات کے متعلق فلاں فلاں دن یہ فرمایا اور خدا تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ انک میت وانھم میتون حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میرا حال ایسا ہوا

[1] ثم قال ایھا الناس من کان یعبد محمد افان محمد اقدمات سے لے کر یہاں تک یعنی فیلحق بکم تک خطبہ کا یہ حصہ اتحاف شرح احیاء اور روض الانف دونوں کتابوں میں مذکور ہے اور اس کے بعد کا حصہ یعنی فلما فرغ من خطبتہ سے لے کر اخیر تک یہ حصہ فقط الروض الانف میں مذکور ہے، منہ عفا اللہ عنہ

تعالیٰ قبل الأن لما نزل بنا اشهد ان الكتاب كما نزل وان الحديث كما حدث و ان اللّٰه تبارك و تعالیٰ حی لايموت انا لِلّٰهِ وَ إنا اليه راجعون صلوات اللّٰه علیٰ رسوله و عند اللّٰه نحتسب رسوله۔ [1]

کہ گویا میں نے کتاب اللہ کی یہ آیت اس سے پہلے سنی ہی نہ تھی میں گواہی دیتا ہوں کہ قرآن اسی طرح ہے جس طرح وہ نازل ہوا اور حدیث اسی طرح ہے جس طرح وہ حادث اور صادر ہوئی اور اللہ تبارک وتعالیٰ حی لایموت ہے۔ انا للّٰه و انا اليه راجعون اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اُس کے رسول پر اور ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ ہم کو اس مصیبت پر اجر ملے گا۔

سقیفۂ بنی ساعدہ میں انصار کا اجتماع

ادھر تو یہ حادثہ جان گداز پیش آیا۔ اور کچھ یہ خبر ملی کہ انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہیں اور آپ کی جانشینی کا مسئلہ درپیش ہے مہاجرین نے صدیق اکبر سے کہا کہ آپ بھی سقیفہ میں تشریف لے جائیں ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔ ابوبکر اور عمر مع مہاجرین کے سقیفہ میں تشریف لے گئے (مفصل واقعہ انشاء اللہ عنقریب ذکر کریں گے)

ابوبکر وعمر کو یہ اندیشہ ہوا کہ مبادا عجلت میں کسی کے ہاتھ پر بیعت کر بیٹھیں اور بعد میں وہ فتنہ کا سبب بنے اور مسلمانوں کے لئے مصیبت بن جائے۔ جب اس مسئلہ کا تصفیہ ہو گیا اور بالاتفاق صدیق اکبر آپ کے خلیفہ اور جانشین مان لئے گئے تب اگلے روز آپ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے، سقیفہ میں اجتماع کا واقعہ دوشنبہ کی شام کو پیش آیا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات دوشنبہ کے روز زوال کے قریب ہوئی اس کے بعد صدیق اکبر سخ سے تشریف لائے اور خطبہ دیا۔ وغیرہ وغیرہ اس کے بعد کہیں شام کو سقیفہ میں اجتماع کا واقعہ پیش آیا۔

حضرات اہل بیت حجرۂ نبوی میں جمع تھے اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم انصار کے جمع ہونے کی خبر سن کر سقیفہ میں چلے گئے، ان حضرات کو یہ فکر تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تو وصال

[1] الروض الانف۔ ج:۲،ص۳۷۶

ہو گیا اور آسمان سے وحی کا اُترنا ختم ہوا اور حضور پُر نور ہم کو آنے والے فتنوں سے ڈراتے رہے ہیں مبادا اس وقت امّت میں تشتت اور افتراق کا کوئی فتنہ نہ قائم ہو جائے جس سے اسلام کا تمام نظام درہم و برہم نہ ہو جائے اور تیئیس سالہ نبوت میں جو اسلام کا نظام قائم ہوا ہے خدانخواستہ وہ باہمی افتراق کی نذر نہ ہو جائے اور امّت کا شیرازہ منتشر ہو جائے جس کا جوڑ پھر مشکل ہو۔

اگر کسی بادشاہ کا انتقال ہو جائے تو جب تک اس کا کوئی جانشین نہ ہو جائے اس وقت تک اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام نہیں کیا جاتا، ایسے وقت میں تجہیز و تکفین کا مسئلہ اتنا اہم نہیں ہوتا جتنا کہ جانشینی کا مسئلہ اہم ہوتا ہے، خیر خواہان حکومت کو یہ فکر ہوتی ہے کہ انتظام مملکت میں خلل نہ آنے پائے غنیم موقع پا کر بے خبری میں حملہ نہ کر بیٹھے جس میں تمام ملک کی تباہی اور بربادی کا اندیشہ ہے بلکہ بسا اوقات بنظر مصلحت بادشاہ کی وفات کو بھی چھپا لیتے ہیں اور جانشینی کے بعد اس کا اعلان کرتے ہیں اور شیعہ حکومتوں میں بھی یہی قاعدہ ہے۔

اور اگر بادشاہ کے انتقال کے بعد سلطنت میں دو امیر ہو جائیں تو وہ سلطنت ضرور برباد ہو جائیگی ایک سلطنت میں دو خلیفہ کا ہونا موجب خرابی اور باعث بربادی ہے اور آپ کی وفات کے بعد منافقین اور کفار کی طرف سے غدر اور شور وشر کا احتمال اور اندیشہ تھا ایسے وقت میں شیرازۂ اسلام کی حفاظت اوّلین کام تھا بایں نظر شیخین۔ (صدیق اکبر اور فاروق اعظم) نے یہ گمان کیا کہ تجہیز و تکفین کوئی مشکل کام نہیں اور اہل بیت (گھر والوں) سے متعلق ہے سب صحابہ کا اس میں شریک ہونا ضروری نہیں غلامان غلامانِ اہل بیت بھی یہ خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تیئیس سالہ مدّت میں جو مصیبتیں اسلام کے سر بلند کرنے اور کفر کے سرنگوں کرنے میں اٹھائیں اب اُن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور اس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دار فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے ہیں اب اگر آپ کے ان مہمات کے لئے کوئی صحیح جانشین مقرر نہ ہوا تو اندیشہ ہے کہ طرفۃ العین میں ریاست اسلام کا کارخانہ درہم و برہم ہو جائے اور سالہا سال کی محنت و مشقت اور غزوات اور سرایا اور تبلیغ اور دعوت میں جو تکلیفیں اٹھائیں وہ یکلخت سب رائگاں ہو جائیں اور سرے سے پھر کفر کا جھنڈا کھڑا ہو جائے اور شیطان علیہ اللعنۃ حسب سابق لوگوں کو اپنی راہ پر لگالے اور نبوت آپ پر ختم ہو چکی ہے تو اگر پھر ویسی ہی تاریکی دنیا میں پھیل جائے تو پھر کہاں سے آفتاب ہدایت نکلے گا۔

چونکہ شد خورشید و ماراکرد داغ چارہ نبود در مقامش از چراغ

اس لئے ابوبکر وعمر کو یہ فکر ہوئی کہ بمجر د وفاتِ آں حضرت کوئی آپ کا جانشین مقرر ہو جائے تا کہ اسلام کی ریاست اور سیاست کا کام بدستور جاری ہے اور اسلام کی بات جوں کی توں بنی رہے۔ اور کوئی منافق اور دشمن اسلام (جو اسی تاک میں ہیں) سر نہ اٹھا سکے اسی میں تمام امت کی صلاح اور فلاح مضمر ہے ابوبکر وعمر کو تو یہ فکر تھی اور تجہیز وتکفین کی طرف سے بسبب اہلِ بیت کے بے فکر تھے نیز تمام صحابہ کرام کو یہ معلوم تھا کہ وفات سے انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ میں کوئی تغیر نہیں آتا، اس لئے تاخیر دفن کا کوئی اندیشہ نہ کیا اور کمال دانش مندی سے فتنہ اور فساد کا دروازہ بند کر دیا اور مسلمانوں کو افتراق سے بچالیا۔ تجہیز وتکفین میں اگر کچھ تاخیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں اگر اسلام کی ریاست کا انتظام نہ ہوا تو نہ معلوم کہ دم کے دم میں کیا کیا خرابیاں برپا ہو جائیں اور پھر تجہیز وتکفین بھی حلاوت سے نہ ہو سکے۔

سدا دور دوراں دکھاتا نہیں گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

چنانچہ انصار اس بات پر آمادہ تھے کہ ایک سرداران میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے ہو یہ ایک عظیم فتنہ تھا، ایک سلطنت میں دو امیروں کا ہونا یہی سلطنت کی بربادی کا باعث ہے اس لئے ابوبکر وعمر نے اس طرف خاص توجہ کی اور جب جانشینی کا مسئلہ طے ہو گیا تب اطمینان کے ساتھ تجہیز وتکفین میں مشغول ہوئے رضی اللّٰہ عنہم و جزاھم من الاسلام والمسلمین خیرا خیرا امین.

چشم بداندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

ابوبکر صدیق تو سقیفہ میں رفع فتنہ کے لئے گئے تھے مگر تقدیر کی کسی کو کیا خبر لوگوں نے ابو بکر ہی کو گھیر لیا۔ اور زبردستی خلیفہ بنالیا، بتاؤ اس میں ابوبکر کا کیا قصور ہے وہ بیچارے تو بہت کچھ ٹالتے رہے مگر ان کے ہوتے ہوئے لوگوں کی نظر میں کوئی جچا ہی نہیں ابوبکر صدیق کو تو اپنی خلافت کا وہم وگمان بھی نہ تھا فقط رفع فتنہ مدنظر تھا ان کو کیا خبر تھی کہ خلافت میرے ہی سر پڑ جائے گی۔ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ۔

تجہیز و تکفین اور غسل

صدیق اکبر کی بیعت سے فارغ ہونے کے بعد لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔ جب غسل کا ارادہ کیا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ کپڑے اتارے جائیں یا نہیں، ہنوز ابھی کوئی تصفیہ نہیں ہوا تھا کہ یکلخت سب پر ایک غنودگی طاری ہوگئی اور غیبی طور پر یہ آواز سنائی دی کہ اللہ کے رسول کو برہنہ نہ کرو کپڑوں ہی میں غسل دو چنانچہ پیرہن مبارک ہی میں آپ کو نہلایا گیا۔ اور بعد میں وہ نکال لیا گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ غسل دے رہے تھے اور حضرت عباس اور اُن کے دونوں صاحبزادے فضل اور قثم کروٹیں بدلتے تھے اور اسامہ اور شقران پانی ڈال رہے تھے۔[۱]

غسل کے بعد سحول کے بنے ہوئے تین کپڑوں میں آپ کو کفن دیا گیا جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ اور وہ پیراہن جس میں آپ کو غسل دیا گیا وہ اُتار لیا گیا۔[۲]

تجہیز و تکفین کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ آپ کہاں دفن ہوں، صدیق اکبر نے کہا میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پیغمبر اسی جگہ دفن ہوتے ہیں جہاں ان کی روح قبض ہوتی ہے۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

چنانچہ اسی جگہ آپ کا بستر اٹھا کر قبر کھودنا تجویز ہوا۔ لیکن اس میں باہم اختلاف ہوا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے، مہاجرین نے کہا مکہ کے دستور کے مطابق بغلی قبر کھودی جائے انصار نے کہا مدینہ کے طریقہ پر لحد تیار کی جائے ابوعبیدہ بغلی قبر اور ابوطلحہ لحد کھودنے میں ماہر تھے۔ یہ طے پایا کہ دونوں کو بلانے کے لئے آدمی بھیج دیا جائے جونسا شخص پہلے آجائے وہ اپنا کام کرے۔ چنانچہ ابوطلحہ پہلے آپہنچے اور آپ کے لئے لحد تیار کی۔[۳]

اور قبر کو کوہان کی شکل پر بنا دیا گیا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔

فائدہ: ہر نبی کا مدفن۔ اُن کے محل وفات ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ محل وفات میں اُن کو دفن کیا جائے اور اگر کسی عارض کی وجہ سے دوسری جگہ دفن ہوں تو یہ اور بات ہے۔

۱۔ البدایہ والنہایہ۔ ج:۵،ص:۲۶۰ ۲۔ اتحاف۔ ج:۱۰،ص:۳۰۴ ۳۔ زرقانی۔ ج:۸،ص:۲۸۹۔۲۹۲۔ طبقات ابن سعد۔ ج:۲،ص:۵۹

نماز جنازہ

سنن ابنِ ماجہ میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ منگل کے روز جب آپ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو جنازہ شریف کو قبر کے کنارہ پر رکھ دیا گیا ایک ایک گروہ حجرہ شریفہ میں آتا تھا اور تنہا نماز پڑھ کر باہر واپس آجاتا تھا کوئی کسی کی امامت نہیں کرتا تھا الگ الگ بغیر امام کے نماز پڑھ کے واپس آجاتے تھے۔

شمائل ترمذی میں روایت ہے کہ لوگوں نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے، آپ نے فرمایا جنازہ پڑھو لوگوں نے کہا کس طرح ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ لوگوں کا ایک ایک گروہ حجرہ میں جائے اور تکبیر کہے پھر درود اور دُعاء پڑھے اور باہر آجائے پھر دوسرا گروہ داخل ہو اور اسی طرح تکبیر کہیں اور پھر درود اور دعا کے بعد واپس آجائیں اسی طرح سب لوگ نماز پڑھیں۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ آپ پر حقیقۃً نماز جنازہ پڑھی گئی اور یہی جمہور کا مسلک ہے (انتہی کلامہ) اور اسی کو امام شافعیؒ نے کتاب الام میں جزم کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آپ پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی بلکہ لوگ حجرۂ شریفہ میں فوج فوج داخل ہوتے تھے اور صلاۃ وسلام اور درود دعاء پڑھ کر واپس آجاتے تھے۔

چنانچہ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ ابوبکر اور عمر ایک گروہ کے ساتھ حجرۂ نبوی میں داخل ہوئے اور جنازہ نبوی کے سامنے کھڑے ہوکر یہ پڑھا۔

السَّلام عَليكَ اَيُّهَا النَبِيّ ورحمة اللّٰهِ اللّٰهُمَّ انا نشهد انه قد بلغ ما انزل اليه و نصح لامته وجاهد فى سبيل اللّٰهِ حتى اعز اللّٰه دينه و تمّت كلمتهٗ فَاجْعَلنا يا الٰهنا ممّن

سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی اور اُس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں آپ پر اے اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ نے وہ سب کچھ پہنچا دیا جو اس پر اتارا گیا اور آپ نے اُمت کی خیر خواہی کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ نے اپنے دین کو

یتبع القول الذی انزل معه وَ اجمع بیننا وَ بَینه حتی یعرفنا و نعرفه فانه کان بالمؤمنین رؤفا رحیما لانبتغِیُ بالایمان بدلا ولا نشتری به ثمنا۔

غالب کیا اور اس کا بول بالا ہوا اے اللہ ہم کو ان لوگوں میں سے بنا جنہوں نے آپ کی وحی کا اتباع کیا اور ہم کو آپ کے ساتھ جمع کر آپ ہم کو اور ہم آپ کو پہچانیں آپ مسلمانوں پر بڑے مہربان تھے ہم اپنے ایمان کا کوئی معاوضہ اور قیمت نہیں چاہتے۔

لوگوں نے آمین کہی۔ جب مرد فارغ ہو گئے تو عورتوں نے عورتوں کے بعد بچوں نے اسی طرح کیا۔[۱]

تنبیہ: اس روایت میں صراحۃً ابوبکر وعمر کا نماز جنازہ پڑھنا مذکور ہے اور یہ امر متواتر اور قطعی ہے لہٰذا حضرات شیعہ کا یہ کہنا کہ خلفاء ثلاثہ جنازۂ رسول میں شریک نہیں ہوئے۔ سپید جھوٹ ہے اور خلاف عقل ہے کہ خلفاء آپ کے جنازہ میں شریک نہ ہوں۔

مسند بزار اور مستدرک حاکم میں ہے کہ آپ نے ایک روز مرض الوفات میں اہلِ بیت کو حضرت عائشہ کے گھر میں بلایا۔ اہل بیت نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کے جنازہ کی نماز کون پڑھائے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میری تجہیز وتکفین سے فارغ ہو جاؤ تو تھوڑی دیر کے لیے حجرہ سے باہر چلے جانا سب سے پہلے مجھ پر جبریل نماز پڑھیں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت پھر باقی فرشتے اس کے بعد تم ایک ایک گروہ کر کے اندر آنا اور مجھ پر صلاۃ وسلام پڑھنا۔

علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ حق جل شانہ نے آپ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

اس آیت میں ہر مسلمان کو صلاۃ وسلام کا فرداً فرداً حکم ہے۔ جس طرح آپ کی حیات میں صلاۃ وسلام بغیر امام اور بغیر جماعت کے فرض تھا۔ اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی بغیر کسی جماعت اور امام کے صلاۃ وسلام کا فریضہ فرداً فرداً ادا کیا گیا۔[۲]

فائدہ: ابن دحیہ فرماتے ہیں کہ تیس ہزار آدمیوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔

---

[۱] البدایۃ والنہایۃ، ج:۵،ص:۲۶۵ [۲] زرقانی شرح موطا۔ ج:۲،ص:۱۶۔ شرح مواہب۔ ج:۸،ص:۲۹۱

تدفین

دوشنبہ کو دوپہر کے وقت آپ کا وصال ہوا یہ وہی دن اور وہی وقت تھا کہ جب آپ ہجرت کر کے مدینہ میں داخل ہوئے تھے۔ چہار شنبہ کی شب میں آپ دفن ہوئے، جمہور کا یہی قول ہے اور بعض روایات اس بارے میں صریح ہیں جن میں تاویل کی گنجائش نہیں بعض کہتے ہیں کہ سہ شنبہ کو مدفون ہوئے۔

حضرت علی اور حضرت عباس اور اُن کے دونوں صاحب زادے فضل اور قثم نے آپ کو قبر میں اتارا۔ جب دفن سے فارغ ہوئے تو کوہان کی شکل میں آپ کی تربت تیار کی اور پانی چھڑکا۔[1]

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم دفن سے فارغ ہو کر کفِ افسوس ملتے ہوئے اور خون کے آنسو بہاتے ہوئے اور اس مصیبت کبریٰ پر انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے گھروں کو واپس ہوئے۔

نفسی الفداء لقبرانت ساکنہ فیہ العفاف و فیہ الجود والکرم
الا یا ضریحًا ضم نفسا زکیّۃ عَلیک سلام اللّٰہِ فی القرب والبعد
علیک سلام اللّٰہ ما ھبت الصّبا وَمَا ناح قمری علی البان والرند
وَمَا سجعت ورق و غنت حمامۃ وَمَا اشتاق ذو وجدالی ساکنی نجد
ومالی سوی حسبی لکم اٰل احمد
امرغ من شوقی علیٰ بابکم خدی[2]

لطائف و معارف

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان قارئین کرام نے پڑھ لیا اب ہم اس کے متعلق کچھ لطائف و معارف ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں سُبُحَانَکَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ۔

[1] طبقات ابن سعد۔ ج:۲، ص:۷۶۔ [2] سیرۃ حلبیہ ص ۳۸۹ ج ۲ انشد ہا الحافظ الدمیاطی عن غیرہ ۱۲

(۱)

سفر آخرت کی تیاری حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت ہے۔ حضرات انبیاء کو اپنے زمانۂ وفات کے قریب ہونے کا علم، وحی خداوندی اور اشارات غیبیہ سے ہو جاتا ہے۔

میان عاشق و معشوق رمزیست کراما کاتبین راہم خبر نیست

اور عباد صالحین کو بذریعہ الہام اور رؤیائے صالحہ کے بعض اوقات اپنی وفات کی آمد کی اطلاع ہو جاتی ہے نبوت ختم ہوگئی مگر رؤیائے صالحہ اور رؤیائے صادقہ ہنوز امت میں باقی ہیں کہ جس کے ذریعہ بعض اوقات آئندہ پیش آنے والے واقعات کبھی صراحۃً اور کبھی بطور رمز اور اشارات بتلا دیئے جاتے ہیں مگر یہ امر ضرور ملحوظ خاطر رہے کہ خواب دیکھنا کسی کے اختیار میں نہیں خواب دکھلانا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس کو چاہیں اور جس وقت چاہیں اور جتنا چاہیں اور جس طرح چاہیں دکھلائیں اور نہ چاہیں تو نہ دکھلائیں اور کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہیں۔ ع

کس نکشو د و نکشاید بحکمت ایں معمارا

اور عامۂ مومنین کو کبھی بذریعہ خواب اور کبھی بتقاضائے عمر اور کبھی بابتلاء بیماری تنبہ ہو جاتا ہے کہ وقت قریب آ گیا ہے اور کبھی اپنے ہمعصروں اور ہمعمروں کے انتقال کو دیکھ کر خیال آ جاتا ہے کہ میرے ہم عمر اب دنیا سے جا رہے ہیں، مجھے بھی تیاری کر لینی چاہیے اور موت کی آمد آمد کی خبر اور اطلاع کا سب سے واضح اور روشن ذریعہ ساٹھ برس کی عمر کو پہنچ جانا اور بڑھاپے کا آ جانا ہے کہ جس کے بعد حجت ختم ہو جاتی ہے۔ کما قال تعالیٰ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ۔

بہرحال تنبہ کا فقط ایک ذریعہ نہیں بہت سے ذرائع سے موت کی تیاری کر سکتا ہے پھر یہ خیال کرنا چاہیے کہ حضرات انبیاء کرام اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں معصوم ہیں ان کی مغفرت قطعی اور یقینی ہے اور ہم گنہگار و نابکار و نالائق و ناہنجار تو سراپا جرم و قصور ہیں ہمیں تو تیاری میں کوئی کسر ہی نہ چھوڑنی چاہئے جس قدر ممکن ہو توبہ اور استغفار کریں اور یہ دعاء کیا کریں۔ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِىْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِىْ بِالصَّالِحِيْنَ اٰمِيْنَ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔